پاکستان-امریکہ تعلقات۔۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ کے تناظر میں

ڈاکٹر فضل ربی*

ڈاکٹر غلام قاسم مروت**

Abstract

In the aftermath of 9/11 terrorists' attacks on the World Trade Centre, the US and coalition forces launched military operations against al-Qaeda and Taliban in Afghanistan. The Musharraf's regime was pressured and compelled by Bush administration and thus dragged Pakistan into encounter-terror strategy. In the war against terror, Pakistan provided the US and coalition forces logistic and intelligence support; over flights rights, transit route and a number of military bases. It conducted various military operations in the Af-Pak border region against terrorists to dismantle their sanctuary and safe haven. Besides killing of many, it arrested a number of top leadership of al-Qaeda and handed them over to the US for interrogation. Anti-terrorism laws, special counter-terrorism courts were established by Pakistan and banned several suspected organizations and freezed their accounts. An objective assessment of Pakistan's

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ مطالعہ پاکستان، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز،اسلام آباد

** چیئرمین، خیبرپختونخوا بورڈ آف ٹیکنیکل ایجوکیشن، حیات آباد، پشاور

contribution in combating terrorism singularly places Pakistan right on the top of the list. Pakistan's cooperation in the war against terrorism was rewarded by the US Government and it further strengthened ties with Islamabad, waived military and economic sanctions, and extended its cooperation in economic as well as security concerns.

دہشت گردی کے خلاف جنگ گیارہ ستمبر ۲۰۰۱ سے شروع ہوئی جب عسکریت پسندوں نے امریکہ پر حملے کئے۔ امریکہ نے دہشت گردوں کے خلاف ایک طویل جنگ افغانستان میں شروع کی اور پاکستان اس جنگ میں امریکہ کا اتحادی بنا۔ تاہم پاکستان اس سے پہلے ہی ان ممالک میں شامل تھا جنہوں نے دہشت گردی اور عسکریت پسندی کی نہ صرف مذمت کی تھی بلکہ عالمی سطح پر اس کو جڑ سے ختم کرنے کا تہیہ بھی کیا تھا۔ گیارہ ستمبر ۲۰۰۱ کے بعد پاکستان دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ میں فرنٹ لائن ریاست بنی اور امریکہ/نیٹو افواج کی نہ صرف مدد کی بلکہ اپنے مغربی سرحدی علاقے میں امن دشمن عناصر کے خلاف ایک طویل جنگ بھی شروع کی جو اب تک جاری ہے۔

یہ حقیقت بھی پیش نظر رہے کہ ۱۹۸۰ کی دہائی میں سوویت یونین کے خلاف افغان مزاحمتی تحریک کی حمایت کیلئے ان عسکریت پسندوں کو امریکہ نے ہی اس خطے میں آباد کیا تھا اور ان کو سی آئی اے کی طرف سے تربیت اور اسلحہ فراہم کیا گیا۔ پاکستان بھی ان کی مدد میں پیش پیش تھا تا کہ روسی افواج کو شکست دینے کے علاوہ اپنی مغربی سرحد پر منڈلاتے خطرے کو ختم کر دے۔ یہ عسکریت پسند اُس وقت مجاہدین کے نام سے پکارے جاتے تھے اور امریکہ کے معروف دوست ہوا کرتے تھے۔ لیکن جب روسی افواج کو افغانستان میں شکست کا سامنا کرنا پڑا تو امریکہ نے ان کی مدد سے مُنہ موڑ لیا اور اِن کی واپسی کا کوئی بندوبست نہیں کیا گیا۔ اس طرح یہ عسکریت پسند پاکستان کے قبائلی علاقوں میں داخل ہوئے اور بعد میں افغان خانہ جنگی میں شمولیت اختیار کی اور طالبان حکومت کے قیام میں اپنا کردار ادا کیا۔ اُسامہ بن لادن کی قیادت میں القاعدہ گروہ ان عسکریت پسندوں میں سے

تھا جو ۱۹۹۰ء کی دہائی میں امریکہ اور مغربی ممالک کے خلاف جنگ میں مصروف رہا۔ امریکہ نے ۹/۱۱ کے حملوں کا ذمہ دار اسامہ بن لادن اور اُس کی تنظیم القاعدہ کو قرار دیا اور اسکے خلاف بھرپور جنگ کا آغاز کیا۔

دہشت گردی کے خلاف جنگ شروع کرنے کا تہیہ کیا تو اس کو ایک مرتبہ پھر امریکہ کو پاکستان کی مدد کی ضرورت پڑی۔ اس مضمون میں پاکستان امریکہ تعلقات کا تذکرہ دہشت گردی کے خلاف جنگ کے تناظر میں کیا جائے گا۔ پاکستان کی طرف امریکی پالیسی کے رجحانات اور پاکستان کاامریکہ کے ساتھ تعاون کا جائزہ بھی لیا جائے گا۔

۹/۱۱ اور اتحادیوں کی تشکیل

امریکہ پر ۹/۱۱ کے ہولناک حملوں کے نتیجے میں تقریباً ۳۰۰۰ افراد کی جانیں ضائع ہوئیں جو غالباً ۸۰ ممالک سے تعلق رکھتے تھے۔[۱] حملوں کے فوراً بعد امریکی صدر بش نے اپنی تقریر میں کہا کہ ہمیں اس لیے نشانہ بنایا گیا کہ ہم پوری دُنیا میں آزادی کے پرستار ہیں۔ انہوں نے دنیا کی اقوام سے اپیل کی کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں امریکہ کا ساتھ دیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے دوست اور اتحادی جو دنیا میں امن و سلامتی کے خواہاں ہیں، دہشت گردی کے خلاف اس جنگ میں ہمارے ساتھ کھڑے ہوں۔ مزید برآں امریکہ دہشت گردوں اور ان کے مددگاروں میں کوئی فرق نہیں کرتا۔[۲] صدر بش نے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کو قانونی مراسلے میں کہا کہ امریکہ پر حملوں کا ذمہ دار القاعدہ ہے جس کو افغانستان میں طالبان حکومت کی مدد حاصل ہے۔[۳] اور یوں امریکہ نے افغانستان پر حملے کی ٹھان لی۔

صدر بُش کی اپیل پر امریکہ کے دوست ممالک نے ایک ساتھ کھڑے ہونے کی رضامندی ظاہر کی۔ کینیڈا، آسٹریلیا، جرمنی، فرانس اور برطانیہ نے اپنی افواج افغانستان بھیجنے کا وعدہ کیا اور اس طرح یورپ، افریقہ اور ایشیاء کے تقریباً چالیس ممالک نے امریکہ کو فضائی راہداری، انٹیلی جنس اشتراک اور معاشی امداد کی یقین دہانی کرائی۔ اس طرح دو تین ہفتوں کے دوران ایک مضبوط اتحاد قائم ہوا۔ جس میں نہ صرف نیٹو کی افواج شامل تھی بلکہ

وسطی ایشیاء، جنوبی ایشیاء اور مشرقی ایشیاء کے کئی ممالک بھی شامل ہوئے۔

مصر، اُردن، ترکی، ازبکستان، تاجکستان، ترکمانستان، کرغستان اور آذربائیجان وغیرہ نے اتحادی افواج کو ہوائی اڈے اور پروازوں کی اجازت دی۔ بھارت نے امریکہ کو اپنی مدد کی یقین دہانی کرائی اور اپنی بندرگاہوں کو استعمال کرنے کی اجازت دی۔ اس طرح حالات سے مجبور ہو کر پاکستان نے بھی امریکہ کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا۔ مجموعی طور پر ۶۹ ممالک نے دہشت گردی کے خلاف امریکہ کی جنگ کی حمایت کی اور ۲۰ ممالک نے تقریباً ۱۶۰۰۰ فوجیوں کو امریکی کمانڈ کے تحت تعینات کیا۔

امریکہ نے مصمم ارادہ کیا تھا کہ وہ افغانستان پر حملہ کرنے اور دہشت گردوں کے ساتھ ساتھ طالبان حکومت کو بھی نشانہ بنائے گا۔[۴]

دہشت گردی کے خلاف جنگ اور پاکستان کی جانب امریکی پالیسی کے رجحانات

عالمی برادری کی طرح پاکستان نے بھی امریکہ پر دہشت گردوں کے حملوں کی مذمت کی اور امریکی عوام سے ہمدردی کا اظہار کیا۔ تاہم امریکہ کی نظر میں یہ کافی نہیں تھا بلکہ اس کو دہشت گردی کے خلاف جنگ میں پاکستان کے مکمل تعاون کی اشد ضرورت تھی۔ کیونکہ افغانستان میں طالبان حکومت کو پاکستان کی اخلاقی اور سفارتی ہمدردیاں حاصل تھیں۔ اس لیے صدر بُش کی انتظامیہ نے مشرف حکومت پر دباؤ ڈالنے کی کوشش کی تا کہ پاکستان دہشت گردی کے خلاف جنگ میں امریکہ کا ساتھ دے۔

امریکی وزیر خارجہ کولن پاوَل نے پاکستان سے مکمل تعاون کا مطالبہ کرتے ہوئے ۱۲ ستمبر کو مشرف کو ٹیلی فون کیا اور کہا کہ تم ہمارے ساتھ ہو یا ہمارے خلاف[۵]، مشرف اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ یہ ایک صریح دھمکی تھی اور میرے پاس دوسرا کوئی اور راستہ نہیں تھا۔ سوا میں نے بتایا کہ ہم دہشت گردی کے خلاف جنگ میں امریکہ کے ساتھ ہیں۔[۶] ۱۳ ستمبر کو امریکی ڈپٹی سیکرٹری رچرڈ آرمیج نے ایک ملاقات میں پاکستانی سفیر ملیحہ لودھی اور آئی ایس آئی کے ڈائریکٹر جنرل محمود احمد کو بتایا کہ پاکستان کو یہ فیصلہ کرنا پڑے گا کہ ہمارے ساتھ ہے یا ہمارے خلاف۔ غیر جانبداری کی کوئی جگہ نہیں اور انتباہ کیا کہ پاکستان

کو یہ فیصلہ کرنا پڑے گا۔ اگر ہمارے خلاف ہے تو ہماری بمباری سے پتھر کے زمانے میں واپس جانے کے لئے تیار ہو جائے۔[۷] مشرف لکھتا ہے کہ امریکہ ایک زخمی ریچھ کی طرح پر تشدد ردعمل کا مظاہرہ کر رہا تھا اور ہم پر مسلسل دباؤ ڈالتا رہا۔

رچرڈ آرمیٹج نے ملیحہ لودھی اور جنرل محمود سے درج ذیل سات مطالبات ماننے کا مطالبہ کیا:

۱۔ اپنی سرحد پر القاعدہ کے کارکنوں کو روکے اور بن لادن کی مدد نہ کرے۔
۲۔ امریکی افواج کو پاکستان فضائی حدود سے گزرنے اور انٹیلی جنس کو کارروائیوں کی اجازت دے۔
۳۔ امریکی انٹیلی جنس اور اتحادی اہلکاروں کو القاعدہ کے خلاف کارروائی کے لیے علاقائی رسائی دی جائے۔
۴۔ امریکہ کو انٹیلی جنس کے متعلق معلومات فراہم کرے۔
۵۔ عوامی طور پر دہشت گردی کی مذمت جاری رکھے۔
۶۔ طالبان کے ساتھ رابطہ منقطع کرے اور اپنے لوگوں کو افغانستان میں بھرتی سے روکے۔
۷۔ طالبان حکومت کے ساتھ تعلقات ختم کرے۔[۸]

پاکستان کے سابق وزیر خارجہ عبدالستار لکھتے ہیں کہ امریکہ کی طرف سے سات مطالبات آنے سے پہلے ہی مشرف انتظامیہ اپنی حکمت عملی تیار کر چکی تھی کہ ہم امریکہ کے ساتھ تعاون کرینگے، لہٰذا جب پاکستان کو مطالبات موصول ہوئے تو فوری طور پر مشرف نے اپنے فیصلے کا اعلان کیا۔[۹]

۱۹۸۰ء کے عشرے میں روسی افواج کے خلاف، افغان مزاحمتی تحریک کو پاکستان اور امریکہ دونوں کی مدد حاصل تھی۔ جس کی وجہ سے روس کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ افغانستان سے غیر ملکی افواج کے نکلنے کے بعد پاکستان نے طالبان کو اقتدار میں لانے کیلئے ان کی سیاسی اور سفارتی حمایت کی۔ چونکہ امریکہ نے طالبان حکومت کو قبول نہیں کیا اور نہ ہی اُن کے ساتھ کوئی سفارتی تعلقات قائم کیے، اس لیے ان کو پاکستان کی ضرورت پڑی تاکہ

پاکستان طالبان حکومت کے ساتھ مذاکرات کرے اور اُسامہ بن لادن کو امریکہ کے حوالے کرے۔

پاکستان نے دو وفود طالبان حکومت سے مذاکرات کیلئے افغانستان بھیجے۔ تاکہ ان کی قیادت کو صورت حال کی سنگینی سے آگاہ کریں۔ لیکن یہ مذاکرات اس وقت ناکامی کا شکار ہوئے جب طالبان حکومت نے اسامہ کو امریکہ کے حوالے کرنے سے انکار کیا۔ اور یوں امریکہ نے افغانستان پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ حملے کی شکل میں امریکہ اور اتحادی افواج کو زمینی اور فضائی اڈوں کی ضرورت پڑی۔ جو کہ پاکستان کے تعاون کے بغیر انتہائی مشکل تھا۔ اس لیے پاکستان پہ دباؤ ڈالا گیا اور بالآخر مشرف نے امریکہ کے ساتھ تعاون کی یقین دہانی کرائی۔۱۰

دہشت گردی کے خلاف جنگ میں پاکستان کا کردار

دہشت گردی کے خلاف جنگ میں پاکستان کے کردار کا خدوخال مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ پاکستان نے امریکہ اور اتحادی افواج کو نہ صرف انٹیلی جنس اور لاجسٹک مدد فراہم کی بلکہ پروازوں کے حقوق، ٹرانزٹ روٹ اور کئی فضائی اور بحری اڈے بھی فراہم کیے۔

۲۔ پاکستان کی سکیورٹی فورسز نے امریکہ کو دیئے ہوئے اڈوں اور افغانستان کی مغربی سرحد کی حفاظت فعال طور پر کی۔

۳۔ پاکستانی افواج نے دہشت گردوں اور عسکریت پسندوں کے خلاف فاٹا میں کئی فوجی کارروائیاں کیں اور افغان سرحدی علاقے میں ان کی پناہ گاہوں کو مسمار کیا۔

۴۔ پاکستان نے ایک بڑی تعداد میں القاعدہ کے رہنماؤں اور اہلکاروں کو گرفتار کیا اور تفتیش کیلئے امریکہ کے حوالے کیا۔

۵۔ انسداد دہشت گردی کے قوانین پاکستان نے ملک بھر میں نافذ کیے، انسداد دہشت گردی کے خصوصی عدالتیں قائم کیں اور متعدد مشتبہ تنظیموں پر پابندی لگا دی، ان کے بینک اکاؤنٹس منجمد کیے۔

۶۔ پاکستان نے ہزاروں کی تعداد میں دینی مدارس رجسٹرڈ کئے۔ ان کے نصاب کو دورِ جدید کے تقاضوں کے مطابق تبدیل کیا اور انتشار پھیلانے والے نصاب پر پابندی لگائی۔

۷۔ پاکستان نے اقوام متحدہ، سارک اور اسلامی سربراہی کانفرنس کی انسداد دہشت گردی کی کوششوں کا ساتھ دیا اور کئی ممالک کے ساتھ انسداد دہشت گردی کے معاہدے کیے۔

۹۔ کرسٹینڈفیئر لکھتی ہے کہ افغانستان میں اتحادی افواج کی کارروائیوں کے دوران پاکستان نے امریکہ کو ۲ بحری اور ۳ فضائی اڈے فراہم کیے جس میں ژوب، پسنی، کوٹ اور شمسی قابل ذکر ہیں۔۱۱

پاکستان کے اس فضائی، بحری اور زمینی تعاون کی وجہ سے امریکہ اور اتحادی افواج نے افغانستان میں دہشت گردوں کے خلاف کامیاب کارروائیاں کیں۔ امریکی اور اتحادی افواج نے پاکستان کی فضائی اور زمینی حدود کو پروازوں کیلئے تقریباً57800 مرتبہ استعمال کیا۔

پاکستان نے سمندر میں اپنی بحریہ کی مشقوں کو کم کر کے امریکہ اور اتحادی افواج کے بحری جہازوں کو پسنی میں سہولیات فراہم کیں۔۱۲

پسنی اڈے پر امریکی میرین کی بحری کارروائیاں اپنی نوعیت کے اعتبار سے کوریا جنگ کے بعد سب سے بڑی کارروائیاں تھیں۔ تقریباً آٹھ ہزار میرینز،330 گاڑیاں اور دیگر ساز و سامان پسنی سے قندھار پہنچایا گیا۔ میرین کورگزٹ کے مطابق تقریباً ہر جنگجو اور جنگی مشین پاکستان کے راستے افغانستان پہنچی۔۱۳

جنرل مشرف لکھتے ہیں کہ جوہری اور دفاعی اثاثوں کو خطرے سے بچانے کیلئے ہم نے امریکی اور اتحادی افواج کو صرف محدود فضائی اور بحری راستے دیئے جو ہماری حساس جگہوں سے کافی دور تھے۔ اس نے اس بیان کی تردید بھی ہو جاتی ہے کہ ان اڈوں سے ڈرون حملوں کی اجازت نہیں دی تھی۔ امریکہ اور اتحادی افواج نے افغانستان کی فوجی کارروائیوں میں وسطی ایشیاء کے ممالک کے ہوائی اڈوں کو بھی استعمال کیا۔۱۴

دہشت گردی کی جنگ میں شامل ہونے کے خلاف عوام نے بھرپور احتجاج کیا اور ملک بھر میں مظاہرے کیے۔ لوگوں کے پر تشدد مظاہروں کو مد نظر رکھتے ہوئے جنرل مشرف نے تقریباً35000 پاکستانی فوجیوں کو امریکہ کو دیئے ہوئے اڈوں کی حفاظت پر تعینات کیا۔[۱۷] تقریباً2500 سے زائد بحری فوجیوں کو امن و امان برقرار رکھنے کے لیے متعین کیا۔ اس طرح7000 فضائی فوجیوں اور دو ریڈار کو امریکی فوج کی حفاظت کیلئے مختص کیے۔

پرویز اقبال چیمہ لکھتے ہیں کہ پاکستان نے افغانستان کے ساتھ سرحد پر تقریباً ایک ہزار کے قریب چیک پوسٹ بنائیں اور غالبًا ایک لاکھ بیس ہزار فوجیوں کو سرحدی علاقے کی حفاظت کیلئے مقرر کیا۔[۱۶]

امریکی اور اتحادی افواج کی افغانستان پر بمباری اور فوجی کارروائی کے نتیجے میں ہزاروں مہاجرین افغانستان سے پاکستان آئے اور پاکستان کے سرحدی علاقے خصوصاً شمالی اور جنوبی وزیرستان میں پناہ گزیں ہوئے۔ ۲۰۰۲ء میں جب بھارت نے اشتعال انگیزی کامظاہرہ کرتے ہوئے پاکستان کی مشرقی سرحد پر اپنی افواج کو اکٹھا کیا اور پاکستان پر حملہ کرنے جیسے حالات پیدا کیے تومعاملے کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے پاکستان نے اپنی افواج مغربی سرحد سے مشرقی سرحد پر تبدیل کی۔

حکومت پاکستان نے قبائلی سرداروں کے ساتھ کئی مرتبہ مذاکرات کئے اور متعدد معاہدوں پر دستخط بھی کئے تاکہ ان غیر ملکیوں کو پاکستان کے سرحدی علاقوں سے نکالا جائے۔ پہلا معاہدہ ۲۴ اپریل ۲۰۰۴ء دوسرا ۷ فروری ۲۰۰۵ء، تیسرا ۵ ستمبر۲۰۰۶ء اور چوتھا اگست۲۰۰۷ءمیں ہوا۔ تاہم امریکہ نے قبائلی علاقوں میں مسلسل ڈرون حملوں کیے۔ جن کے باعث یہ مذاکرات ناکامی سے دوچار ہوئے۔

۲۰۰۴ء سے ۲۰۰۹ء تک نہ صرف شمالی اور جنوبی وزیرستان بلکہ مہمند، باجوڑ، دیر سوات اور مالاکنڈ ایجنسیوں میں بھی متعدد فوجی آپریشنز کیے۔ جس میں سے آپریشن راہ حق، راہ راست، راہ نجات، شیر دل اور ضرب عضب خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ ان فوجی کارروائیوں سے اگرچہ کافی کامیابیاں بھی حاصل ہوئیں لیکن ساتھ ساتھ مقامی قبائل کے غم و

غصے میں اضافہ بھی ہوا اور اس طرح پاکستان اور عسکریت پسندوں کے درمیان ایک طویل جنگ کی شروعات ہوئی جو اب تک جاری ہے۔۱۷

ان کاروائیوں میں ہزاروں کی تعداد میں عسکریت پسندوں کو مارا گیا اور تقریباً ایک ہزار کے قریب دہشت گردوں کو گرفتار بھی کیا گیا۔ ان میں القاعدہ اور طالبان کی اعلیٰ قیادت بھی شامل تھی جیسا کے ابو زبیدہ، خالد شیخ محمد، ابو الفراج، ابو طلحہ، احمد خلفان گیلانی، ولید بن آتش، ابو مثیب مصری، ابو یاسر الجزائری اور عبدالرحمٰن مصری وغیرہ۔۱۸

القاعدہ اور طالبان کی اعلیٰ قیادت کی گرفتاری کی وجہ سے دہشت گرد تنظیموں کی کمر ٹوٹ گئی۔ امریکہ کا ایک سابق سی آئی اے افسر بروس ویڑل لکھتا ہے کہ دہشت گردی کے خلاف امریکہ کے زیرِ قیادت جنگ میں پاکستان کا تعاون غیر معمولی رہا۔ اس نے القاعدہ کی اعلیٰ قیادت کے جتنے ارکان گرفتار کیے اتنے پوری دنیا میں کسی اور ملک نے نہیں کیے۔۱۹

اٹلانٹک کونسل کی ۲۰۰۹ء کی ایک رپورٹ کے مطابق دہشت گردی کے خلاف جنگ میں پاکستان وہ واحد ملک ہے جس کو ہزاروں کی تعداد میں جانی نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔ جو افغانستان میں تمام اتحادی ممالک کے کل جانی نقصان سے کہیں زیادہ ہے۔ تاہم ان قربانیوں کے باوجود پاکستان مسلسل امریکہ کی تنقید کا نشانہ بنا رہا کہ پاکستان خاطر خواہ امداد نہیں کر رہا۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ایک المیہ ہے کہ پاکستان میں امریکی ڈرون حملے بھی جاری رہیں۔ اور کئی مرتبہ پاکستان کی خودمختاری کی خلاف ورزی امریکہ اور نیٹو افواج نے کی۔۲۰

۹/۱۱ سے پہلے، پرویز مشرف کی حکومت نے ملک میں انسداد دہشت گردی اور عسکریت پسندی سے نمٹنے کیلئے کئی اقدامات کیے۔ ۲ دسمبر۱۹۹۹ء حکومت نے انسداد دہشت گردی ایکٹ میں دو ترامیم کیں تا کہ انسدادِ دہشت گردی کی عدالتوں کو فعال بنایا جائے جنرل مشرف نے ۱۵ اگست ۲۰۰۱ء کو انسداد دہشت گردی کا ترمیمی ایکٹ بھی متعارف کروایا۔ اس قانون کے مطابق وفاقی حکومت کسی بھی ایسی تنظیم پر پابندی لگا سکتی ہے جو کسی بھی فرقہ واریت یا دہشت گردی کی سرگرمیوں میں ملوث پائی گئی۔ بالترتیب سپاہ صحابہ اور

لشکر جھنگوی دونوں پر پابندی لگائی گئی۔

مشرف حکومت نے انسداد دہشت گردی کی گیارہ نئی عدالتیں خیبرپختونخواہ اور چار سندھ میں قائم کیں۔ انسداد دہشت گردی آرڈیننس کو جنوری ۲۰۰۲ء میں مشرف نے نافذ کیا اور ان عدالتوں کے ارکان کی تعداد میں ایک فوجی رکن کا اضافہ کیا۔

پولیس کو با اختیار کرنے کیلئے نومبر۲۰۰۲ء میں ایک دوسرا انسداد دہشت گردی آرڈیننس جاری کیا۔ اسی طرح سال ۲۰۰۲ء کے اختتام پھر پرویز مشرف حکومت نے مزید چھ تنظیموں پر پابندی لگائی جس میں لشکر طیبہ، جیش محمد، سپاہ صحابہ، تحریک نفاذِ شریعت محمدی، تحریک جعفریہ اورتحریکِ اسلامی شامل ہیں۔ ان تنظیموں کے دفاتر کو بند کیا گیا اور ان کے بینک اکاؤنٹس کو منجمد کر دیا گیا اور نفرت انگیز مواد کی اشاعت پر پابندی لگا دی گئی۔

نومبر۲۰۰۳ء میں حکومت نے کئی مشتبہ تنظیموں کو واچ لسٹ پر رکھا، جس میں سُنی تحریک اور جماعت الدعوۃ قابل ذکر ہیں۔ ۲۸جون ۲۰۰۲ء کو سیاسی جماعتوں کی سفارش پر انسداد دہشت گردی کے مقاصد میں توسیع کر کے سیاست تک وسعت دی گئی۔ لٰہذا یہ طے ہوا کہ اگر کوئی سیاسی جماعت کسی بھی دہشت گرد یا عسکریت پسند تنظیم کے ساتھ رابطے میں ملوث پائی گئی تو اُس پر بھی پابندی لگا دی جائے گی۔

نومبر۲۰۰۴ء میں انسداد دہشت گردی قوانین کو مزید سخت بنانے کیلئے اس میں ترامیم کی گئی۔ اگر کسی شخص کو کسی بھی طرح دہشت گردوں کا معاون پایا گیا تو اس کی سزا14سال سے عمر قید تک بڑھا دی گئی۔

۱۰ جنوری ۲۰۰۵ کو مشرف حکومت نے انسدادِ دہشت گردی قوانین میں دوسری ترمیم شامل کر دی اور انسداد دہشت گردی کی عدالتوں کے دائرہ اختیار کو مزید مضبوط کر کے اغوا، اغوا برائے تاوان اور دھماکہ خیز آلات کے استعمال وغیرہ کے معاملات بھی شامل کیے۔

اکتوبر۲۰۰۸ء میں پارلیمنٹ نے مشترکہ اجلاس میں ایک قرارداد منظور کی جس میں دہشت گردی اورعسکریت پسندی کو ریاست کے عدم استحکام کیلئے ایک عظیم خطرہ قرار دیا گیا اور اس لعنت کو جڑ سے ختم کرنے کا عزم کیا۔ اسی طرح ۲۰۱۳ء میں پارلیمنٹ نے تحفظ

پاکستان آرڈیننس منظور کیا۔ جس میں سرکاری حکام کو با اختیار بنایا گیا۔ تا کہ وہ اس عفریت کے خلاف اپنے اپنے محاذ پر آواز اٹھائیں۔ فروری ۲۰۱۴ء میں حکومت پاکستان نے پہلی مرتبہ قومی داخلی سلامتی کی پالیسی جاری کی۔ جس میں حکومت، فوج اور عوام کے تعاون کو فعال بنانے اور بین الاقوامی برادری کے ساتھ مل کر عسکریت پسندی کو ختم کرنے کا اعادہ کیا۔

دہشت گردی اور عسکریت پسندی کو ملک کے اندر اور ملک سے باہر خاتمے کے لیے پاکستان نے جتنی کوششیں کیں یہ سب اقوام متحدہ کی بین الاقوامی سطح پر دہشت گردی سے نمٹنے کیلئے اس کی تمام قراردادوں کے عین مطابق تھیں۔۲۱

۲۰۰۳ء میں پاکستان میں تقریباً ۱۳۰۰ مدارس موجود تھے جن میں تقریباً پندرہ لاکھ طلبہ تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ ان دینی مدارس کو مبینہ طور پر سعودی عرب، ایران اور دیگر خلیجی ریاستوں کی طرف سے مالی امداد فراہم کی جاتی ہے۔ جب کہ دوسری طرف امریکہ اور دیگر مغربی ممالک ان مدارس کو پاکستان میں فرقہ واریت، بنیاد پرستی اور عسکریت پسندی کو فروغ دینے کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور افغانستان میں امریکہ اور نیٹو افواج کیلئے ایک خطرہ قرار دیتے ہیں۔ کرسٹین فیئر کے مطابق افغانستان اور پاکستان کے ان مدارس میں بنیاد پرست اسلامی نصاب پڑھایا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے تقریباً13 فیصد خود کش حملہ آور ان مدارس کی پیداوار ہیں۔ وہ لکھتی ہیں کہ افغانستان میں امریکہ اور اتحادی افواج پر خود کش حملہ آوروں میں سے کئی کا تعلق پاکستانی مدارس سے رہا۔

۹/۱۱ کے بعد پرویز مشرف نے امریکی دباؤ کے تحت ان مدارس کو حکومت کے ماتحت لانے کی کوشش کی۔ ترمیم شدہ آرڈیننس کے ذریعے کئی مدارس کو رجسٹرڈ کیا گیا۔ ان کے نصاب کو جدید تعلیمات سے ہم آہنگ کیا۔ اسی دوران انتظامیہ نے کئی مدارس پر چھاپے بھی مارے اور عسکریت پسندی میں ملوث مدارس کی مالی امداد کی جانچ پڑتال کی۔

پرویز مشرف کی انتظامیہ نے مدارس اصلاحات متعارف کرائی جس کے تحت تقریباً9271 مدارس کا اندراج کیا گیا اور ان مدارس میں نصاب کو تبدیل کرنے کی کوشش

کی۔منافرت اور شدت پسندی پھیلانے والے لٹریچر کی اشاعت اورتقسیم پر پابندی لگادی گئی۔

پاکستان کے تعلیمی اداروں کے نصاب میں بھی اصلاحات متعارف کرائی گئی۔ پاکستانی تاریخ کے اوراق کو روشن خیالی اور اعتدال پسندی کے ساتھ تبدیل کر دیا گیا اور ملک بھر میں تقریباً۲۲ رسالوں پر پابندی عائد کی۔ فرقہ واریت کو روکنے کیلئے لاؤڈ سپیکر کے استعمال پر بھی پابندی لگا دی گئی۔۲۲

پاکستان اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل اور جنرل اسمبلی کی دہشت گردی کے خلاف قراردادوں کی پیروی کرتا رہا۔ اس نے ۱۲ میں سے ۱۰ انسداد دہشت گردی کے کنونشن پر دستخط کیے۔پاکستان نے اسلامی سربراہی کونسل کی دہشت گردی کے خلاف کنونشن پر بھی دستخط کیے۔۲۳ پاکستان نے تقریباً ۲۹ممالک کے ساتھ انسداد دہشت گردی کے معاہدوں کا عہد لیا ہے اور ساتھ ہی ۵۰ ممالک کے ساتھ مفاہمت کے باہمی معاہدوں اور یاداشتوں پر دستخط بھی کیے۔ پاکستان نے اقوام متحدہ کے انسداد دہشت گردی کمیٹی کے ساتھ تعاون کیا اور باقاعدگی سے اپنی رپورٹ پیش کر دی۔

پاکستان کو امریکی اقتصادی اور فوجی معاوضہ

۹/۱۱ سے پہلے پاکستان اپنے جوہری پروگرام اور جمہوریت کی معطّلی کی وجہ سے امریکہ اور اس کے اتحادی ممالک جاپان اور یورپی یونین وغیرہ کی پابندیوں کا شکار تھا اور یوں پاکستان کی نہ صرف درآمدات اور برآمدات متاثر ہوئی اس طرح بلکہ بیرونی ممالک سے سرمایہ کاری کو بھی شدید دھچکا پہنچا۔ اس طرح پاکستان بین الاقوامی سطح پر الگ تھلگ رہ گیا۔ پاکستان کو اپنے ترقیاتی منصوبوں کو چلانے کیلئے بیرونی قرضوں کی ضرورت تھی جو اس کو بہت مشکل سے مل رہے تھے۔۲۰۰۰ تک پاکستان پر بین الاقوامی مالیاتی فنڈ، عالمی بینک، ایشیائی ترقیاتی بینک اور اسلامی ترقیاتی بینک کے قرضے تقریباً 38ارب ڈالر تک پہنچ گئے تھے۔

امریکہ نے پاکستان کے جوہری پروگرام کو جکڑنے کے لیے ۱۹۹۰ء میں پرسیلر ترامیم کے تحت اس پر اقتصادی اور فوجی پابندیاں لگا دی۔جسکی وجہ سے ۱۹۹۰ء سے لے کر ۱۹۹۵ء

تک پاکستان کو امریکہ کی طرف سے کوئی اقتصادی اور فوجی امداد نہیں ملی۔ تاہم ۱۹۹۵ء میں امریکہ نے ان پابندیوں میں تھوڑی نرمی کی۔ فوجی امداد کے علاوہ پاکستان امریکہ اور دوسرے ممالک سے امداد لے سکا۔ مئی ۱۹۹۸ء میں پاکستان کے ایٹمی دھماکے اور اکتوبر ۱۹۹۹ء میں مارشل لاء کے نتیجے میں امریکہ اور اسکے اتحادی ممالک نے پاکستان پر سخت ترین اقتصادی اور فوجی امداد کی پابندیاں لگائی جسکی وجہ سے پاکستان کی غیر ملکی تجارت کافی متاثر ہوئی اور معیشت کو کافی نقصان پہنچا۔

جب پاکستان نے دہشت گردی کے خلاف جنگ میں امریکہ کے ساتھ تعاون کیا اور رضامندی ظاہر کی تو بُش انتظامیہ نے یہ پابندیاں ہٹا دیں۔ ۲۲ ستمبر ۲۰۰۱ء کو صدر بش نے غیر ملکی امداد ایکٹ ۱۹۶۱ء کے تحت پاکستان پر تمام اقتصادی اور فوجی ساز و سامان سے متعلق پابندیاں ہٹا دیں۔ کیونکہ یہ پابندیاں اب امریکہ کی قومی سلامتی کے مفاد میں نہیں تھیں۔[۲۴] تاہم جمہوریت سے متعلق پابندیاں برقرار رکھیں۔ مشرف کا ۲۰۰۲ء میں ملک میں انتخابات کے اعلان اور پاکستان کی دہشت گردی کے خلاف جنگ میں تعاون کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے امریکہ نے جمہوریت کے متعلقہ پابندیوں میں بھی پاکستان کے ساتھ رعایت کی۔ ۲۰۰۸ء میں پاکستان میں جمہوری حکومت بننے کے بعد ان پابندیوں کو مستقل طور پر ختم کر دیا گیا۔[۲۵]

دہشت گردی کے خلاف جنگ میں پاکستان کے کردار کو اہمیت دیتے ہوئے امریکہ نے پاکستان کو اقتصادی اور فوجی معاوضہ مہیا کیا۔ صدر بُش کی انتظامیہ نے فوری طور پر پاکستان کے 1ارب امریکی ڈالر قرضے معاف کیے اور کئی ارب ڈالر کی ادائیگی مؤخر کر دی۔ امریکہ نے بین الاقوامی مالیاتی اداروں کی حوصلہ افزائی کی کہ پاکستان کی مدد کرے۔ برآمدات کی بڑھتی ہوئی شرح سے پاکستان کی کمائی میں کافی اضافہ ہوا۔ سال ۲۰۰۵ء میں پاکستان کی بیرونی تجارت 18بلین امریکی ڈالر تک پہنچ گئی۔

دولت مشترکہ نے پاکستان کی رکنیت بحال کر دی اور پیرس کلب نے پاکستان کے قرضے میں سود کی شرح کو کم کر دیا۔

مارچ ۲۰۰۲ء تک پاکستان کو قرضے معافی اور بیرونی تعاون سے تقریباً ایک ارب ڈالر کا فائدہ پہنچا۔ سال ۲۰۰۳ء کے اختتام پر پاکستان امریکہ سے تقریباً۱۷۶۶ ملین ڈالر اقتصادی اور فوجی امداد وصول کر چکا تھا۔

مزید یہ کہ صدر بُش نے پاکستان کو اگلے پانچ سال کی مدت کیلئے ۳ ارب ڈالر امداد دینے کا وعدہ بھی کیا۔ تاہم اس میں سے زیادہ پیسہ فوجی امداد اور دہشت گردی کے حوالے سے تھا اور پاکستان کی اقتصادی ترقی کے لیے کم تھا۔

فاٹا میں ترقیاتی کاموں کیلئے امریکی کانگرس نے ۲۰۰۷ء میں ۷۵۰ ملین ڈالر کا پانچ سالہ امدادی پیکج منظور کیا۔ دو سال کے بعد ۲۰۰۹ء میں کانگریس نے کیری لوگر بل منظور کیا جس کے تحت پانچ سال کی مدت (۲۰۱۴ء-۲۰۰۹ء) کیلئے امریکی حکومت نے پاکستان کو 7.5 ارب ڈالر امداد دی۔

کانگریس نیشنل ریسرچ سروسز کی ایک رپورٹ کے مطابق دہشت گردی کے خلاف جنگ میں تعاون کی وجہ سے امریکہ نے ۹/۱۱ کے بعد پاکستان کو مجموعی طور پر ۲۸ ملین ڈالر امداد دی جس میں تقریباً ۱۰ ارب ڈالر اقتصادی کاموں کیلئے اور باقی فوجی ساز و سامان اور سکیورٹی مقاصد کیلئے تھا۔

۲۰۰۴ء میں امریکہ نے پاکستان کو اہم غیر نیٹو اتحادی کے طور پر نامزد کیا جس کی بنیاد پر پاکستان کو امریکی دفاعی اسٹاک سے اضافی فوجی ساز و سامان وصول کرنے کیلئے مستحق قرار دیا گیا۔

امریکہ کی طرف سے پاکستانی افواج کو تربیت کے مختلف پروگراموں سے نوازا گیا اور انسداد دہشت گردی پروگرام کے تحت پاکستان کو جدید دفاعی ساز و سامان بھی فراہم کیا گیا۔ جس میں F-16 طیاروں کے علاوہ، کوبرا گن شپ ہیلی کاپٹرز، میرین سرویلنس طیارے P-3 اورین، اینٹی ٹینک میزائل ٹو وغیرہ شامل ہیں۔

ایک امریکی مصنف دانیل مارکے کے مطابق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ امریکہ نے یو ایس ایڈ پروگرام کے تحت پاکستان کے سرکاری اور نجی تعلیمی اداروں کے نظام کو بہتر بنانے، اساتذہ اور منتظمین کی تربیت اور خواندگی کے پروگرام کی ترقی میں مدد کی۔ ان منصوبوں میں

فاٹا کے تعلیمی معیار کو بہتر بنانا اور دور دراز علاقوں میں تعلیمی سہولیات کو بہتر بنانا شامل ہیں۔ اس پروگرام میں نئے سکولوں اور سڑکوں کی تعمیر اور طبی سہولیات وغیرہ بھی شامل رہیں۔۲۶

حاصلِ کلام

۹/۱۱ کے حملوں کے نتیجے میں امریکہ نے دہشت گردی کے خلاف ایک طویل جنگ شروع کی، جس کے ابتدائی مقاصد میں نہ صرف اُسامہ بن لادن اور تنظیم القاعدہ کو تباہ کرنا تھا بلکہ افغانستان میں طالبان کی حکومت کو بھی نشانہ بنانا تھا۔ بُش انتظامیہ کی نظر میں اس جنگ میں کامیابی پاکستان کے تعاون کے بغیر ممکن نہیں تھی۔ اس لیے پرویز مشرف کی حکومت پر دباؤ ڈالا گیا اور بالآخر مشرف نے امریکہ کے ساتھ تعاون کا فیصلہ کیا۔ افغانستان پر حملوں، طالبان حکومت کے گرانے اور دہشت گردوں کے مارنے اور پکڑنے وغیرہ میں پاکستان نے امریکہ اور اتحادی افواج کی بھرپور مدد کی۔ مشرف حکومت نے نہ صرف بحری اور فضائی اڈے دیئے بلکہ کئی ہزار فوجیوں کو ان کی حفاظت پر مامور بھی کیا۔ افغانستان کے ساتھ سرحدی علاقے میں ہزاروں فوجیوں کو متعین کیا۔ ہزاروں کی تعداد میں دہشت گردوں اور عسکریت پسندوں کو مارا اور سینکڑوں پکڑ کر امریکہ کے حوالے کیا۔

دہشت گردی کے خلاف جنگ میں پاکستان کے کردار کو امریکہ نے نہ صرف سراہایا بلکہ اربوں ڈالر اقتصادی اور فوجی امداد بھی دی۔ پاکستان پر قرضوں کو معاف کیا اور فوجی ساز و سامان اور تربیت فراہم کی۔ امریکہ کے دوست اور اتحادی ممالک نے بھی پاکستان کی مدد کی۔ پاکستان کی درآمدات و برآمدات بڑھ گئیں اور بین الاقوامی سطح پر اس کی تنہائی بھی ختم ہوئی۔ پاکستان پر جوہری اور جمہوریت متعلقہ پابندیاں بھی ختم ہوئیں اور پاکستان ایک ترقی پسند، اعتدال پسند اور روشن خیال ملک متصور ہونے لگا۔ تاہم یہ فوائد کچھ عرصہ کیلئے تھے۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ طویل ہوتی گئی اور ساتھ ہی پاکستان امریکہ تعلقات کے درمیان شگاف بڑھتا گیا اور دونوں ممالک کے درمیان غیر اعتمادی کی ایک خلیج پیدا ہوگئی۔

یہ حقیقت بھی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں پاکستان کو بھاری مالی اور جانی نقصان اٹھانا پڑا اور وہ اس کا خمیازہ اب تک بھگت رہا ہے۔ آج بھی پاکستان کی سالمیت کو خطرات لاحق ہیں۔ انتہا پسندی کی وجہ سے ہزاروں بے گناہ مارے گئے، اور یہ عفریت قابو کرنا پاکستان کیلئے ایک بہت بڑا چیلنج بنتا جا رہا ہے۔

حوالہ جات

1. US Department of Defense, "International Contributions to the War against Terrorism", Fact Sheet (Washington DC: Office of the Public Affairs-703-697-5131, June 7, 2002), 1. http://fas.org/terrorism/at /docs/2002/fact_sheetintl.contr.pdf
2. George W Bush: "Address to the Nation on the Terrorist Attacks", September 11, 2001.
3. UK House of Commons Library, "Operation Enduring Freedom and the Conflict in Afghanistan: An Update", (International Affairs and Defence Section, Research Paper no 01/81, 31 October 2001), 9.
4. Mickael Aubout, "The Air Base Network Serving French and Coalition Operations in Afghanistan", *Air & Space Power Journal* xxiii, no.1 (Spring 2009): 52-53.
5. Abdul Sattar, *Pakistan Foreign Policy: A Concise History 1947-2005* (Karachi, Oxford University Press, 2007), 244-245.
6. Pervez Musharraf, *In the Line of Fire: A Memoir.* New York: Simon & Schuster Inc, 2006, 201.
7. BBC News, "US 'threatened to bomb' Pakistan", 22 September 2006
8. Pervez Musharraf, 202-206.
9. Abdul Sattar, 240-242
10. Saima Ashraf Kayani, "Global war on terror: The cost Pakistan is paying", *Margalla Papers* xv, no. II (2011), 7.
11. C. Christine Fair, *The Counterterror Coalitions: Cooperation with Pakistan and India* (CA: RAND Corporation, 2004), 5.
12. U.S. Central Command, "Pakistan", 19 September 2005, http://www.informationclearinghouse.info/pakistan-uscentcom.htm,

accessed on October 12, 2009.

13. Asad Khan, "Pakistan--an enduring friend", *Marine Corps Gazette 86*, issue, 6 (Jun 2002), 1-3.
14. Pervez Musharraf, 206.
15. Asad Khan1-3.
16. Pervaiz Iqbal Cheema, "Global War on Terror: Pakistan's Contribution", Paper Presented at the National Conference Application of Nuclear Science Technology in Pakistan, organized by South Asian Strategic Stability Institute (SASSI), 12-13 July, Islamabad, 9-11
17. Saima Ashraf Kayani, 10.
18. Rizwan Zeb, "Pakistan and the War on Terror: Up to and Beyond 2014", *CACI Analyst*15, no. 9 (May 2013), 13
19. Bruce Riedel, *Deadly Embrace: Pakistan, America, and the Future of Global* (Washington DC: Brookings Institution Press, 2011), 68.
20. Senator Chuck Hagel and Senator John Kerry, *URGENT Needed: A Comprehensive US Policy towards Pakistan. A Report of the Atlantic Council of the United States*(Washington, DC: February 2009), 13-15.
21. Shabana Fayyaz, "Pakistan's response towards terrorism: A case study of Musharraf Regime", (Unpublished PhD Thesis, Department of Political Science and International Studies, The University of Birmingham, May 2010), 7-15.
22. President Pervez Musharraf, Address to the Coalition Headquarters, 19 September 2005.
23. Pervaiz Iqbal Cheema, 11-12.
24. US Department of State, "Presidential Determination- No 2001-28", September 22, 2001.
25. Abdul Sattar, 247-248.
26. Daniel S. Markey, 112. See also Abdul Sattar, 247 and K. Alan Kronstadt and Susan Epstein,"Direct Overt US Aid Appropriations for and Military Reimbursements to Pakistan, FY2002-FY2016", *CRS Report* (Washington DC: Congressional Research Service, Library of Congress, March 26, 2014).

ادارہ ھذا کی نئی اشاعت

کتاب سے متعلق

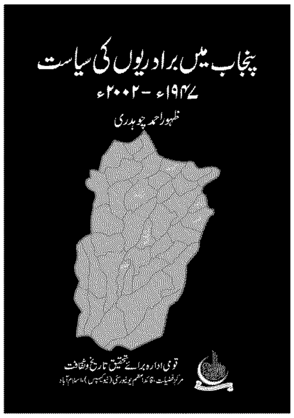

پنجاب کے لوک معاشرے میں جہاں زراعت ہمیشہ سے معیشت کا ایک لازمہ رہی ہے وہاں ذات برادریوں کا وجود اور ان کی اہمیت بھی ایک ایسی مسلّمہ حقیقت ہے جس سے انکار ممکن نہیں۔ ذات برادری نے پنجابیوں کے طرزِ معاشرت، خانگی زندگی، رسوم و رواج، ثقافت اور سیاست پر گہرے اثرات مرتب کئے ہیں کیونکہ پنجاب کا ہر ایک باشندہ ان سماجی اداروں سے منسلک ہے۔ اکثر اوقات پنجابی سماج میں یہ تعلق بزعمِ خود، اعلیٰ ذات سے ہونے کی وجہ سے احساسِ برتری یا نسلی تفاخر جبکہ نچلی ذاتوں یا پیشوں کے افراد کے لئے ندامت اور احساسِ کمتری پیدا کرنے کا باعث بنتا ہے۔

زیرِ نظر تحقیق میں برادریوں کے تاریخی اور سماجی پس منظر، پنجابی معاشرے میں اُن کے مقام اور کردار نیز بلدیاتی انتخابات سے لے کر قومی اور صوبائی انتخابات میں اُن کے فعال کردار کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اسی طرح ملکی سیاسی جماعتوں کے اپنے مقاصد کے حصول کے لئے مضبوط برادریوں کے ہاتھوں بلیک میل ہونے اور حالیہ دور میں ہونے والی شہرکاری (Urbanization) اور صنعت افروزی (Industrialization) جیسی تبدیلیوں کے پیشِ نظر برادریوں کے سیاسی کردار اور اجارہ داری میں متوقع تبدیلی بھی اس بحث کا حصہ ہے۔

بذریعہ ڈاک منگوانے کیلئے رابطہ کریں

ناشر: قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ وثقافت،
مرکزِ فضیلت، قائدِ اعظم یونیورسٹی (نیو کیمپس) شاہدرہ روڈ، اسلام آباد
فون نمبرز: 051-2896151, 2896153-4/141
ای میل: nihcr@hotmail.com ویب سائٹ: www.nihcr.edu.pk